© rasailojaraid.com

سانحہ گوجرہ اور قانون تحفظ ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم)

عبداللطیف خالد چیمہ (سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام پاکستان)

سانحۂ گوجرہ تاریخ کا ایک المناک باب ہے۔ 30/ جولائی 2009ء کو گوجرہ کے نواحی گاؤں چک نمبر 95 ج۔ ب ”کوریاں“ میں عیسائی گھرانے میں شادی کی ایک تقریب میں بچوں نے قرآن پاک کے اوراق کی توہین کی۔ دونوں طرف سے جھگڑا ہوا تو عیسائی حضرات کی طرف سے توہین اسلام پر مشتمل گفتگو کی گئی۔ اس اطلاع پر وہاں کے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا اور ایک دو افراد کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ جنھیں پولیس نے اپنی تفتیش یا پھر مبینہ طور پر گوجرہ کی ایک سیاسی شخصیت کے زیر اثر رہا کر دیا گیا۔ یہیں سے اصل میں بات بگڑی جو قتل وغارت گری تک جا پہنچی۔ اگر ان افراد کو عجلت میں رہا نہ کیا جاتا اور گوجرہ کی سیاسی قیادت اور سرکاری انتظامیہ روایتی انداز میں یک طرفہ کارروائی نہ کرتی تو حالات اس قدر نہ بگڑتے۔

یکم اگست کو گوجرہ شہر میں احتجاج کا اعلان کر دیا گیا۔ احتجاجی مظاہرین اس روز عیسائی بستی کے قریب سے گزر رہے تھے کہ ان پر پتھراؤ کیا گیا اور فسادات پھوٹ پڑے۔ فریقین نے ایک دوسرے پر فائرنگ شروع کر دی۔ ایک ہی عیسائی خاندان کے 7 افراد مارے گئے جبکہ متعدد مسلمان زخمی ہوئے۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کی جانب سے اس واقعہ کی جوڈیشل انکوائری کا حکم صادر ہو چکا ہے اور پوری قوم اس انکوائری کی منتظر ہے۔ صدرِ مملکت وزیر اعظم اور وزراء سمیت اعلیٰ حکومتی وسیاسی قیادت نے صورتحال کا سخت نوٹس لیا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ایک اسلامی مملکت یا مسلم معاشرے میں اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ ہماری ذمہ داری بنتی ہے لیکن اقلیتوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے متعینہ دائرے میں رہیں اور حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کا بھی لحاظ رکھیں۔

ہمارے لیے انتہائی حیرت کا باعث ہے کہ بات توہین قرآن کریم کے حوالے سے مسلم عیسائی فسادات کی ہے اور مطالبہ ہو رہا ہے کہ قانون توہین رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) C-295 کو ختم کر دینا چاہیے، ختم کرنا پڑے گا، اس پر نظر ثانی کرنا پڑے گی۔ میڈیا پر اس کو ڈیبیٹ بنایا گیا اور سارا زور اس پر لگایا کہ یہ قانون ہی اصل میں نزاع کا موجب ہے۔ محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی خفیہ ہاتھ ضرور ہے جو اس قسم کے واقعات کا خود موجب بنتا ہے، پھر صورتحال کو ہوا دیتا ہے اور نتیجتاً

© rasailojaraid.com